تنزیل و تاویل

سورۂ طور کی قسمیں

(از جناب مولوی داؤد اکبر صاحب اصلاحی)

قرآن پاک کا ہر طالب علم جب اس سورہ کو پڑھے گا تو باوّل وہلہ اس کے ذہن میں اسکی قسموں کی غرض و غایت کی بابت ضرور سوال پیدا ہوگا۔ ہمیں بھی قرآن مجید کے اسرار و حکم معلوم کرنے کا شوق ہے۔ گو کہ ؎

احب الصالحین ولست منھم
لعل اللہ یرزقنی الصلاحا

اس لیے مطالعہ کے وقت ہمارے ذہن میں بھی اسکی قسموں کی بابت نہایت اہمیت سے سوال پیدا ہوا۔ آج کی صحبت میں اسی سوال کی ہم تحقیق کرینگے۔ لیکن اس اعتراف کے ساتھ کہ ہم نے اس اہم سوال کا جو حل سونچا ہے ضروری نہیں کہ ارباب تفسیر کو اسکے تمام پہلوؤں سے اتفاق ہو بلکہ ہمیں تو اس کا بھی اندیشہ ہے کہ ارباب تفسیر کو اس باب میں ہمارے بیشتر نظریات سے اختلاف ہوگا۔ سوال ہو سکتا ہے کہ پھر ایسے غیر معروف نظریے پیش کرنیکی ضرورت ہی کیا ہے؟ واقعتاً ایسا ہی ہونا چاہیے۔ لیکن ہم پوری ایمانداری سے کہتے ہیں کہ اس سوال پر اس ادعا کے ساتھ ہم نے قلم اٹھایا ہی ...... نہیں ہے کہ اسکی تمام پیچ دار راہیں ہموار کر لی ہیں۔ بلکہ محض اس توقع پر اس کٹھن راہ میں قدم رکھا ہے کہ ممکن ہے خدا کوئی بہترین حل سجھا دے۔ اس نے

کہ ۔ وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا کا اصول اٹل ہے ، اور اس امید پر کہ اگر ہمیں اصل حقیقت کے سراغ لگانے میں ناکامی ہوئی تو بہت ممکن ہے وہ حضرات جو فہم قرآن کی دولت سے مالا مال ہیں اس باب میں ہماری رہبری فرماوینگے ، اس لئے کہ "وَفَوْقَ كُلِّ ذِيْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ" اپنی جگہ پر ایک حقیقت ثابتہ ہے جس میں لیت ولعل کی یکقلم گنجایش نہیں ہے ۔

ہم نے سورۂ بروج کی قسموں کی بابت بحث کرتے وقت (ترجمان القرآن ذی الحجہ ۵۵ھ) ..... اجمالاً قسم کا مفہوم شہادت ثابت کیا تھا اور وعدہ کیا تھا کہ چونکہ یہ مبحث نہایت اہم ہے اس لئے اس کی مزید شرح کسی دوسری صحبت میں کی جائے گی ۔ مگر ہمیں سخت افسوس ہے کہ اور مشاغل نے ہمیں اس طرف متوجہ ہونے کی فرصت نہ دی ۔ لیکن اگر ناظرین ترجمان القرآن اُس مختصر تشریح (بابت قسم بروج) کو سامنے رکھیں گے تو بہت ممکن ہے کہ آج کی صحبت میں جو کچھ ان کے سامنے پیش کیا جائے گا اس کے سمجھنے میں ایک حد تک اس سے مدد مل سکے گی ۔

قبل اس کے کہ پیش نظر سورہ کے مقسم بہٖ کی غرض وغایت کی بابت کچھ عرض کریں مناسب ہوگا کہ ایک نہایت ہی اہم اور ضروری مرحلہ سے گذر لیا جائے تاکہ اس سے متعلق اور مباحث کے سمجھنے میں آسانی ہو ۔ وہ پیش نظر سورہ کی قسموں کے مرکز کی تعیین ہے ۔

سورۂ طور کی شہادتوں کا مرکز

اس میں شک نہیں کہ اس سے ماقبل کی سورہ دینونت (جزا وسزا) کے اثبات میں واقع ہے اور اس کی جملہ قسمیں قیامت کبریٰ کے وقوع پر شاہد عدل ہیں ۔ پیش نظر سورہ میں بھی غور وفکر کرنے سے یہی مترشح ہوتا ہے ۔ اور یہ کچھ ہمارا ہی نظریہ نہیں ہے بلکہ جمہور مفسرین بھی اس بارے میں ہمارے ہمنوا ہیں ۔ فرق محض اجمال وتفصیل کا ہے ۔

مقسم علیہ کی تعیین کے بعد قاعدہ کی رو سے ہمیں مقسم بہ اور مقسم علیہ کی مناسبت سے بحث کرنی چاہیے۔ لیکن بغیر قسموں کی شرح و تعیین کے مناسبت کی بحث قبل از وقت ہوگی اس لئے پہلے ہم قسموں کی شرح و تعیین کرینگے۔

سورۂ طور کی قسموں کی شرح و تعیین

وَالطُّوْرِ۔ وقوع دینونت پر یہ پہلی شہادت ہے تفسیروں کے استقرار سے معلوم ہوتا ہے کہ سلف سے لیکر آج تک تمام مفسرین اس شہادت کے بارے میں متفق ہیں کہ اس سے وہی جبلِ اقدس مراد ہے جس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو شرف تکلم حاصل ہوا تھا۔ اسی لئے اس پر ا۔ ل تعریف کا بھی داخل ہے اور دوسرے مواقع پر اضافت کے ساتھ مذکور ہے (وطور سینین وطور سیناء)

وَكِتَابٍ مَّسْطُوْرٍ۔ عدالت الٰہیہ کے قیام کے باب میں یہ دوسری شہادت ہے۔ اس شہادت کے بارے میں تفسیروں میں متعدد اقوال مذکور ہیں۔ ان میں سے چند مشہور اقوال کا خلاصہ درج کیا جاتا ہے۔ تفصیل کے لیے ابن جریرؒ اور دیگر تفاسیر کی جانب مراجعت کرنی چاہیے۔

(۱) بعض حضرات اس سے لوح محفوظ مراد لیتے ہیں۔

(۲) بعضوں کے نزدیک اس سے اعمالنامہ مراد ہے۔

(۳) بعضے اس سے مطلق صحیفہ مراد لیتے ہیں۔

(۴) بعض بزرگوں نے اس سے قرآنِ پاک مراد لیا ہے۔

(۵) کچھ لوگوں نے اس سے توراۃ مراد لی ہے۔

اس شہادت کے بارے میں مشہور اقوال یہی ہیں۔ ہمارے نزدیک دو ابتدائی قولوں کے علاوہ بقیہ کے لینے میں کچھ ہرج نہیں۔ تفصیل مناسبت کے باب میں آئیگی۔

وَالْبَيْتِ الْمَعْمُوْرِ۔ عدل الٰہی کے ثبوت میں یہ تیسری حجت ہے۔ اس کے بارے

میں دو قول مشہور ہیں۔

(۱) بعض حضرات اس سے خانۂ کعبہ مراد لیتے ہیں۔

(۲) بعض بزرگوار اس سے خانۂ کعبہ کے محاذ ہی میں ملائکہ کا کعبہ مانتے ہیں۔

مذکورۂ بالا شہادت کے بارے میں مفسرینؒ سے یہی دو اقوال پایۂ شہرت کو پہنچے ہوئے ہیں۔ لیکن سخت افسوس ہے کہ ہمیں ان کی رائے سے اتفاق نہیں۔ اس کے وجوہ مناسبت کے باب میں مذکور ہیں۔

وَالسَّقْفِ الْمَرْفُوْعِ۔ وقوعِ جزا پر یہ چوتھی دلیل ہے۔ اس شہادت کے بارے میں جمہور مفسرین متفق ہیں کہ اس سے نظام علوی مراد ہے۔

وَالْبَحْرِ الْمَسْجُوْرِ۔ یہ وقوعِ قیامت پر پانچویں حجت ہے۔ اس کے متعلق تفسیروں میں دو اقوال مذکور ہیں جن کا خلاصہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

(۱) دنیا کے عام موجزن دریا مراد ہیں۔

(۲) وہ عظیم الشان دریا مراد ہے جو عرش کے نیچے اور آسمان کے اوپر واقع ہے۔

اس بارے میں مفسرینؒ سے یہی دو اقوال منقول ہیں۔ پہلے قول سے تو ایک حد تک ہمیں بھی اتفاق ہے، لیکن دوسرے قول کی کوئی توجیہ ہماری سمجھ میں نہیں آئی۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ جس روایت سے یہ قول ماخوذ ہے وہ ناقابلِ قبول ہے۔ لیکن اتنا ضرور کہنے کی جرأت کرینگے کہ اس روایت کا اس آیت کی تفسیر میں لانا غیر ضروری ہے۔ ہم نے سیاق و سباق کی روشنی میں اس شہادت سے متعلق ایک دوسری رائے قائم کی ہے۔ وہ یہ کہ اس سے وہ دریا مراد ہے جس میں فرعون کی قوم غرق کر دی گئی تھی۔ اس اجمال کی تفصیل مناسبت کے باب میں بیان ہوگی۔

تفصیل بالا سے مقسم بہ کی تعیین ہوگئی۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ ان شہادتوں میں مناسبت ہے یا نہیں؟ دوسرے لفظوں میں یوں کہیے کہ دعوے اور دلائل میں کوئی لگاؤ ہے یا نہیں؟

مقسم بہ اور مقسم علیہ میں مناسبت

اس میں ذرا بھی شک کی گنجایش نہیں کہ پیش نظر سورہ کی پانچوں شہادتوں کا مرکز ایک ہے یعنی یہ کہ دینونت کبریٰ کا وقوع یقینی ہے۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہیے کہ اتقیاء و اشقیاء میں تفریق کی گھڑی ضرور آئیگی۔ اس کے بغیر نظام عالم عبث ہے۔ اب ہم تمام شہادتوں کی دعوے سے مناسبت بیان کرینگے تاکہ مقسم بہ اور مقسم علیہ میں جو حقائق پوشیدہ ہیں اجاگر ہوں۔

(۱) وَالطُّوْرِ - یہ کسی پر مخفی نہیں کہ طور ہی وہ مقام ہے جہاں اللہ تعالیٰ نے ایک مقہور اور مظلوم قوم کو اس کے صبر و برداشت کی بدولت اپنی نوازشہائے بے پایاں سے نوازا اور اس کے دشمنوں کی دھاک مٹادی اور اسے ایک ایسی شریعت بخشی جو منکرین و معاندین کیلیے یکسر تازیانۂ عذاب تھی اور طالبانِ حق کیلیے سراپا رحمت و اکسیر۔ چنانچہ تاریخ شاہد ہے کہ جن لوگوں نے اس روحانی عطیۂ خداوندی کو قبول کیا، خدا نے سارے عالم کے قلوب ان کی طرف جھکادیے اور سارے عالم کی گلّہ بانی ان کے سپرد کردی، اور جن لوگوں نے اس کے قبول کرنے سے اعراض کیا وہ دنیا اور آخرت کی دونوں دولتوں سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے محروم ہوگئے۔ خَسِرَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃَ یہ شاعری نہیں بلکہ واقعہ ہے۔ بنی اسرائیل کی تاریخ ہمارے دعوے پر شاہد ہے۔ الغرض اس مقام پر جو واقعہ ہوا وہ مظلوم حامیان حق پر لطف و نوازش اور ظالموں پر قہر و غضب کی ایک نہایت روشن مثال ہے۔ اس لیے کہ عدالت الٰہیہ کے قیام کے وقت بھی ایسا ہی ہوگا کہ جو مقہور ہیں وہ غالب ہونگے، جو بھوکے ہیں وہ آسودہ ہونگے، اور جو ظالم ہیں وہ ذلیل و شرمسار ہوں گے، اور جو سرکش ہیں آسمانی بادشاہت کا دروازہ اُن کے لیے کبھی نہ کھلے گا۔

(۲) وَ کِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ۔ اس شہادت میں دینونت کے مختلف پہلو ہیں۔ اگر اس سے عام صحف سماویہ مراد لیے جائیں تو اس میں بھی کوئی زحمت نہیں۔ دنیا میں جتنے انقلابات ہوئے ہیں ان میں سب سے اہم کڑی صحف سماویہ کا نزول ہے، اس لیے کہ اس سے محض قوموں کے ظاہری احوال ہی میں تغیر نہیں ہوا ہے بلکہ ان کی روحانی زندگی کی بھی کایا پلٹ ہو گئی ہے۔ ایسا تمام پیغمبروں کے عہدِ مبارک میں ہوا ہے۔ سو جس طرح ہر بعثت کے وقت صفحۂ ارض پر انقلاب ہوا ہے اور اس میں زیادہ تر صحیفۂ آسمانی ہی کا دخل تھا، اسی طرح جب وہ فیصلے کی گھڑی آپہنچے گی تو ایک انقلابِ عظیم ظہور میں آجائیگا۔ کتنے اگلے پیچھے کی صف میں ہونگے، اور کتنے ضعیف و ناتواں عرشِ الٰہی سے قریب ہونگے۔ الغرض صحائف کے نزول میں بھی دینونت کی روشن مثال ہے، اور یہی دینونت کا نقشہ قیامت کے دن نظروں کے سامنے ہوگا۔

اور اگر اس شہادت سے توراۃ مراد لیں جیسا کہ پہلی شہادت (والطور) کا اقتضاء ہے تو اس صورت میں بھی دینونت کا پہلو واضح ہے۔ وہ یوں کہ جس طرح توراۃ کے نزول سے عناصر فاسدہ کا قلع قمع کر دیا گیا اور مقہوروں کو سربلند کیا گیا (بنی اسرائیل کی تاریخ اس نظریہ کی تصدیق کریگی) بعینہ اسی طرح اس روز جبکہ خدا کی عدالت قائم ہوگی، مجرمین اپنے اعمال کی سزا پائینگے اور صلحاء نعمائے الٰہی سے لطف اندوز ہونگے۔ نزول توراۃ کے بعد جو کچھ ہوا اس میں دینونت کی ایک روشن مثال ہے۔

اور اگر اس شہادت سے قرآنِ پاک مراد لیا جائے، جیسا کہ اکثر مفسرینؒ کا خیال ہے اور اسی نظریہ کی پرزور تائید امام ابن قیمؒ نے بھی اپنی معرکۃ الآراء تصنیف اقسام القرآن میں کی ہے، تو بھی کوئی دقت نہیں، اس لیے کہ قرآن پاک کا دینونت ہونا صحف سابقہ سے بھی ثابت ہے۔ حضرت مسیحؑ فرماتے ہیں:-

جس پتھر کو راجگیروں نے ناپسند کیا وہی کونے کا سرا ہوا یہ خداوند کی طرف سے ہے اور ہماری نظروں میں عجیب، اس لیئے میں تم سے کہتا ہوں کہ خدا کی بادشاہت تم سے لی جائیگی۔ اور اس قوم کو جو اس کے پھل لائیگی دے دی جائیگی۔ جو اس پتھر پر گریگا چور ہو جائیگا پر جس پر وہ گریگا اسے پیس ڈالیگا۔

(متی باب ۲۱- آیت ۴۲- ۴۴)

ایک دوسرے موقع پر فرماتے ہیں:۔

"اس وقت آسمان کی بادشاہت ان دس کنواریوں کی مانند ہوگی جو اپنی مشعلیں لیکر دولھا کے استقبال کے واسطے نکلیں۔ ان میں پانچ ہوشیار اور پانچ نادان تھیں ۔انھوں نے اپنی مشعلیں لیں مگر تیل ساتھ نہ لیا پر ہوشیاروں نے اپنی مشعلوں کے ساتھ برتنوں میں تیل لیا۔ جب دولھا نے دیر کی سب اونگھنے لگیں اور سوگئیں آدھی رات کو دھوم مچی کہ دیکھو دولھا آتا ہے اس کے استقبال کے واسطے نکلو تب ان کنواریوں نے اٹھ کر اپنی مشعلیں درست کیں اور نادانوں نے ہوشیاروں سے کہا اپنے تیل میں سے ہمیں بھی دو کہ ہماری مشعلیں بجھی جاتی ہیں پر ہوشیاروں نے جواب میں کہا ایسا نہو کہ ہمارے اور تمہارے واسطے کفایت نہ کرے بہتر ہے کہ بیچنے والوں کے پاس جاؤ اور اپنے واسطے مول لو جب وہ خریدنے گئیں دولھا آپہنچا اور وہ جو تیار تھیں اسکے ساتھ شادی کے گھر میں گئیں اور دروازہ بند ہوئے پیچھے وہ دوسری کنواریاں بھی آئیں اور کہنے لگیں اے خداوند اے خداوند ہمارے لئے دروازہ کھول تب اس نے جواب میں کہا میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ میں تمہیں نہیں پہچانتا۔ اس لیئے جاگتے رہو کیونکہ تم نہیں جانتے کہ کون سے دن یا کون سی گھڑی ابن آدم آئیگا۔" (متی باب ۲۵- آیت ۱-۱۳)

ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں:-

"اور درختوں کی جڑ پر اب کلہاڑا رکھا ہے پس ہر ایک درخت جو اچھا پھل نہیں لاتا کاٹا اور آگ میں ڈالا جاتا ہے۔ میں تو تمہیں توبہ کیلئے پانی سے بپتسمہ دیتا ہوں لیکن وہ جو میرے بعد آتا ہے مجھ سے زور آور ہے کہ میں اس کی جوتیاں اٹھانیکے لائق نہیں وہ تمہیں روح القدس اور آگ سے بپتسمہ دیگا اس کا سوپ اس کے ہاتھ میں ہے اور وہ اپنے کھلیان کو خوب صاف کریگا اور اپنے گیہوں کو کھتے میں جمع کرے گا پر بھوسے کو اس آگ میں جو ہرگز نہیں بجھتی جلائیگا۔

(متی باب ۳ آیت ۱۰-۱۲)

ایک دوسرے موقع پر قرآنِ پاک کو "آتشیں شریعت" سے تعبیر کیا گیا ہے۔

مذکورہ بالا حوالجات سے قرآنِ پاک کا دینونت کبریٰ کا مظہر ہونا واضح ہے۔ خود قرآنِ پاک میں بہت سی آیات ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا کی یہ آخری شریعت منکرین ومکذبین کے لیے تازیانۂ عذاب ہے اور مومنین وموقنین کے لیے سراپا رحمت ہے۔

سورۂ حاقہ میں فرمایا گیا ہے۔

وَإِنَّهُ لَتَذْكِرَةٌ لِّلْمُتَّقِينَ وَإِنَّا لَنَعْلَمُ أَنَّ مِنكُم مُّكَذِّبِينَ وَإِنَّهُ لَحَسْرَةٌ عَلَى الْكَافِرِينَ (الحاقہ - ۲)	قرآنِ پاک پرہیزگاروں کیلیے نصیحت ہے اور ہمکو خوب معلوم ہے کہ تم میں سے بعض اسکو جھٹلانے والے ہیں اور اسمیں شک نہیں کہ کافروں پر افسوس ہے

ایک دوسرے موقع پر یوں مذکور ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي أَنزَلَ عَلَىٰ عَبْدِهِ الْكِتَابَ وَلَمْ يَجْعَل لَّهُ عِوَجًا ۔ قَيِّمًا	ہر طرح کی تعریف خدا ہی کو ہے جس نے اپنے بندے پر قرآن اتارا اور اس میں کجی نہ کی

لِيُنذِرَ بَاسًا شَدِيدًا مِن لَّدُنْهُ وَ	رکھی۔ بالکل سیدھی بات ہے تاکہ خدا کی
يُبَشِّرَ الْمُؤْمِنِينَ الَّذِينَ يَعْمَلُونَ الصَّالِحَاتِ	طرف سے عذابِ شدید سے ڈرائے۔ اور جو
اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا حَسَنًا مَاكِثِينَ فِيهِ اَبَدًا	ایمان والے ہیں (اور) نیک عمل بھی کرتے ہیں انکو اس
وَّيُنذِرَ الَّذِينَ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ	بات کی خوشخبری دے کہ انکے لیے عمدہ اجر ہے جس
وَلَدًا۔ (الکہف-۱)	میں ہمیشہ وہ رہیں گے، اور ان لوگوں کو عذاب سے ڈرائے

جو کہتے ہیں کہ خدا اولاد رکھتا ہے۔

مذکورۂ بالا آیات سے واضح ہے کہ ایمان والوں کیلیے قرآنِ مجید آبِ زلال ہے۔ اور منکرین کیلیے زہر ہلاہل۔ قرآن کی یہ محض دھمکی ہی نہ تھی کہ "اس کا مخالف پسیگا اور تباہ ہوگا" بلکہ فی الواقع ایسا ہوا بھی۔ اسلام کی تاریخ اس کی تائید کریگی۔ تفصیل کی اس موقع پر گنجایش نہیں۔

(۳-۴) وَالْبَيْتِ الْمَعْمُورِ وَالسَّقْفِ الْمَرْفُوعِ - ان دونوں شہادتوں میں سے پہلی شہادت سے معمورۂ ارضی اور دوسری سے یہ سقف نیلگوں مراد ہے۔ ان دونوں قسموں میں پہلی شہادت سے جمہور مفسرین کے خلاف ہم نے ایک دوسری راہ اس لئے اختیار کی ہے کہ جزا و نبوت کے باب میں عالم علوی وسفلی سے استشہاد قرآن پاک میں بیک وقت شائع و ذائع ہے اور یہی چیز یہاں بھی ہے۔ ملاحظہ ہو:۔

إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ	بیشک آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں اور رات
وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَآيَاتٍ	اور دن کی گردش میں ان عقل والوں کیلیے جو خدا کو اٹھتے
لِّأُولِي الْأَلْبَابِ الَّذِينَ يَذْكُرُونَ	بیٹھتے لیٹتے یاد کرتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش
اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُودًا وَّعَلٰى جُنُوبِهِمْ وَ	میں غور و فکر کرتے ہیں (اور کہتے ہیں) اے ہمارے
يَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمٰوَاتِ	پروردگار یہ نظام تو نے عبث نہیں بنایا ہے

وَالْاَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا سُبْحَانَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ (آل عمران)

تو پاک ہے پس ہمیں عذاب دوزخ سے بچا۔

ایک دوسرے مقام پر ہے :-

وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا اِلَّا بِالْحَقِّ وَاِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ فَاصْفَحِ الصَّفْحَ الْجَمِيْلَ۔ (الحجر-۶)

اور ہم نے نہیں پیدا کیا ہے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے مگر حق کے ساتھ اور قیامت ضرور آئیگی پس اے پیغمبر کفار کی شرارتوں سے خوش اسلوبی کیساتھ درگذر کرو۔

ایک دوسرے موقع پر یوں مذکور ہے :-

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَاءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لَاعِبِيْنَ (الانبیاء - ۲)

اور ہم نے نہیں پیدا کیا آسمان اور زمین کو اور جو کچھ انکے درمیان ہے کھیل کے طور پر۔

ایک اور موقع پر ہے :-

اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ مَا خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّى الآیہ- (الروم-۱)

کیا انہوں نے اپنے جی میں غور نہیں کیا کہ خدا نے آسمان اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے، نہیں پیدا کیا مگر حق کیساتھ اور ایک مدت معینہ تک کیلیے۔

ایک اور مقام پر یوں وارد ہے :-

اَللّٰهُ الَّذِيْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى يُدَبِّرُ الْاَمْرَ يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ بِلِقَاءِ رَبِّكُمْ تُوْقِنُوْنَ

خدا ہی نے آسمانوں کو بغیر کسی سہارے کے بلند کیا ہے جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو پھر عرش پر استوار ہو گیا اور اسی نے چاند اور سورج کو مسخر کیا ہے ہر ایک وقت مقرر تک چلتا ہے وہی امور کی تدبیر کرتا ہے تاکہ تمہارے اندر خدا سے ملنے

وَهُوَ الَّذِي مَدَّ الْأَرْضَ وَجَعَلَ فِيهَا رَوَاسِيَ وَأَنْهَارًا۔ الآیۃ (الرعد - ۱)

کا یقین پیدا ہو اور اسی نے زمین کو پھیلایا اور اس میں اٹل پہاڑ اور دریا بنا دیے۔

ایک دوسری جگہ یوں ہے:۔

إِنَّ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ لَآيَاتٍ لِّلْمُؤْمِنِينَ۔ (الجاثیہ - ۱)

بیشک آسمانوں اور زمین میں ایمان والوں کے لیئے دلائل ہیں۔

ایک اور جگہ یوں مذکور ہے:۔

أَلَمْ نَجْعَلِ الْأَرْضَ مِهَادًا وَّالْجِبَالَ أَوْتَادًا وَّخَلَقْنَاكُمْ أَزْوَاجًا وَّجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا وَّجَعَلْنَا اللَّيْلَ لِبَاسًا وَّجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا وَّبَنَيْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شِدَادًا وَّجَعَلْنَا سِرَاجًا وَّهَّاجًا (النبا - ۱)

کیا ہم نے زمین کو فرش اور پہاڑوں کو میخ نہیں بنایا اور ہم ہی نے تم کو جوڑا جوڑا پیدا کیا ہے اور ہم ہی نے تمہاری نیند کو موجبِ راحت بنایا ہے اور ہم ہی نے رات کو پردہ اور دن کو روزی کے حصول کا ذریعہ بنایا ہے اور ہم ہی نے تمہارے اوپر سات مضبوط آسمان بنائے ہیں اور ہم ہی نے روشن مشعل بنائی ہے۔

احتواء مقصود نہیں ورنہ نہ معلوم کتنے مقامات پر اس قسم کی آیات مذکور ہیں جن میں کہیں تو بلحاظ حکمت ان دونوں چیزوں کو جزاء کے ثبوت میں پیش کیا گیا ہے اور بعض جگہ امکان معاد پر خالق کی قدرت قاہرہ کے ان دونوں مظاہر سے استشہاد کیا گیا ہے۔ یہی چیز ان دونوں پیشِ نظر آیتوں میں بھی مرعی ہے۔ فرق محض اسلوب کلام کا ہے، ورنہ باعتبار معنیٰ کوئی فرق نہیں ہے واللہ اعلم بالصواب۔

(۵) والبحر المسجور۔ اس شہادت سے اگر عام موج زن دریا مراد لیا جائے تو اس کی گنجائش ہے اور اس صورت میں مقسم اور مقسم بہ میں مناسبت کی یہ صورت ہوگی کہ دریاؤں سے جو

تباہیاں یا فائدہ رسانیاں ظہور میں آتی ہیں ان میں قیامت کبریٰ کے وقوع کی ایک بہت ہی بڑی مثال ہے۔ لیکن ہمارے نزدیک اس سے بحرِ قلزم مراد لینا بہتر ہے۔ اس لیے کہ یہی وہ دریا ہے جہاں حق و باطل میں معرکہ آرائی ہوئی۔ پھر آخرکار حق ہی کو غلبہ حاصل ہوا، اور باطل کے علم کے نیچے گو کہ فوج گراں تھی مگر کچھ نہ کر سکی اور ہمیشہ کیلیے مٹ گئی۔ موسیٰ علیہ السلام کے عہدِ سعید میں ایسا ہوا یا نہیں؟

ایک شخص کہہ سکتا ہے کہ آخر تم سب سے الگ ایک نئی تاویل کیوں کرتے ہو؟ اس کا جواب ہماری طرف سے یہ ہوگا کہ اسکی ہمارے پاس دو وجہیں ہیں۔

(۱) اس صورت میں ایک خاص واقعہ ہلاکت کی جانب اشارہ ہو جاتا ہے اور ظاہر ہے کہ مخاطب کو اس واقعہ فاجعہ کا تصور لرزا دیگا اور اس کے دل میں منکرین کی راہ سے نفرت اور صلحاء کے اصول سے شیفتگی پیدا ہوگی۔ تعمیم کی صورت میں یہ فوائد حاصل نہ ہونگے۔

(۲) پہلی قسم کا بھی یہی اقتضاء ہے کہ اس سے بحرِ قلزم ہی مراد لیا جائے۔

سلہ "ترجمان القرآن"۔ فاضل مضمون نگار نے یہاں بیتِ معمور سے معمورۂ ارضی اور سقفِ مرفوع سے آسمان مراد لیا ہے۔ جہاں تک دوسری تاویل کا تعلق ہے اس میں تو کسی کلام کی گنجائش نہیں اس لیے کہ آسمان کیلیے چھت کا استعارہ خود قرآن میں کئی جگہ استعمال ہوا ہے۔ البتہ پہلی تاویل کے سلسلہ میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا کرۂ زمین یا عالم سفلی کیلیے "بیت" کا لفظ بھی کہیں استعمال ہوا ہے؟ یہ ظاہر ہے کہ خواہ قرآن ہو یا غیر قرآن، بہرحال اسکی کسی عبارت کی وہی تاویل و تعبیر درست ہو سکتی ہے جسکے خود الفاظِ عبارت متحمل ہو سکتے ہوں۔ لہذا فاضل مضمون نگار کو اپنی تاویل بیان کرنے کے ساتھ اس پہلو پر بھی روشنی ڈالنی چاہیے تھی۔